S_1999_4_22_27

عدالت عظمیٰ رپوٹس 1999 ایس یو پی پی 4 ایس سی آر

رشی نندن پانڈٹ اور دیگران

بنام۔

ریاست بہار

15 اکتوبر 1999

سید شاہ محمد قادری اور کے۔ٹی۔تھامس، جسٹسز

ضابطہ فوجداری، 1973 دفعات 384، 385 اور 386۔

اپیل-غیر استغاثہ کے لیے اپیل کو مسترد کرنا-ملزم کی قانونی حیثیت-دغابازی کے جرم کی سزا-دس سال کے لیے سخت قید-اپیل-وکیل کی عدم موجودگی-میرٹ پر اپیل کو مسترد کرنا-ملزم کے وکیل کی عدم موجودگی میں عدالت اپنے نتیجے پر پہنچ سکتی ہے-لیکن سمجھداری کے معاملے کے طور پر عدالتی معاون وکیل کا تقرر کر سکتی ہے-اس معاملے میں وکیل کی عدم موجودگی میں ملزم پر جانبداری پیدا ہوا تھا-اپیل کنندہ کی اپیل بحال ہوئی-معاملہ نئے سرے سے نمٹانے کے لیے عدالت عالیہ کو بھیج دیا گیا۔

دفعات 161-162

تفتیش۔کے دوران دیے گئے بیانات۔کا جائزہ استعمال۔

اپیل گزاروں کو مجموعہ تعزیرات بھارت 1860 کی دفعات 394، 395 کے تحت سزا سنائی گئی۔انہیں 10 سال قید کی سزا سنائی گئی۔عدالت عالیہ میں اپیل کی سماعت کے دن ان کے وکیل عدالت میں پیش نہیں ہوئے۔پٹنہ عدالت عالیہ کے واحد جج نے اکیلے ریاست کے وکیل کو سنا اور اپیل کنندہ کی اپیل کو میرٹ پر مسترد کر دیا۔نتیجتاً اس نے اپیل گزاروں کو دی گئی سزا اور مجرم قرار دیا گیا۔عدالت عالیہ کے فیصلے کے خلاف اپیل کو اس عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔

اپیل کی اجازت دینا اور متنازعہ فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے عدالت نے

منعقد:.1 قانونی حیثیت کے معاملے کے طور پر عدالت کو ریکارڈ کا مطالعہ کرنے اور ملزم کے حق میں نکات پیش کرنے کے لیے کسی بھی قانونی پیشہ ور کی مدد کے بغیر اپنے نتیجے پر پہنچنے سے روکا نہیں جاتا ہے، جب ان کی طرف سے مقرر کردہ وکیل بحث کرنے کے لیے پیش نہیں ہوتا ہے۔لیکن یہ دانشمندی کی بات ہے کہ

عدالت، کسی مناسب معاملے میں، ملزم کے مقصد کے لیے بحث کرنے کے لیے ریاست کے خرچ پر ایک وکیل مقرر کرسکتی ہے۔ یقیناً یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ مقدمے کے تناظر پر غور کرتے ہوئے اس بات کا تعین کرے کہ اسے اس طرح کی قانونی مدد کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ایسی اپیلیں ہوسکتی ہیں جنہیں ملزم کے لیے سازگار خصوصیات پیش کرنے کے لیے وکیل کے ذریعے بلا مدد نمٹا دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اپیل میں اعتراض شدہ فیصلے کے ذریعے دی گئی سزا کافی حد تک ہے تو مشورہ دیا جاتا ہے کہ قانونی صلاحیت کی مدد لی جائے۔(26-B,C,D)

رام نریش یادو اور دیگران بنام ریاست بہار، اے آئی آر (1987) ایس سی 1500، نے مضمر طور پر مسترد کردیا۔

بنی سنگھ اور دیگران بنام ریاست یو پی، (1996) 4 ایس سی سی 720، پر انحصار کیا۔

2. موجودہ مقدمہ قانونی مدد کی عدم موجودگی کی وجہ سے انصاف کی ناکامی کی ایک واضح مثال معلوم ہوتا ہے۔ مقدمے کی سماعت کے دوران واقعہ کو ثابت کرنے کے لیے مجموعی طور پر 11 گواہوں سے پوچھ گچھ کی گئی۔ ٹرائل کورٹ نے کچھ چشم دید گواہوں کے شواہد کی بنیاد پر اپیل گزاروں کو مجرم قرار دیا۔ ثبوت کا ایک بڑا حجم پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سزا یافتہ افراد کی بڑی تعداد کی اپیل میں شامل داؤ واضح طور پر بہت زیادہ ہے، خاص طور پر، ان میں سے ہر ایک پر عائد 10 سال کی سخت قید کی سزا کے پیش نظر۔ اس لیے ان کے مقدمے کا کوئی بھی لاپرواہی سے نمٹنا انصاف کے سنگین اسقاط حمل کے خطرے میں ہوگا۔ لہذا، مقدمہ قانون کے مطابق اپیل کو نئے سرے سے نمٹانے کے لیے عدالت عالیہ کو بھیج دیا جاتا ہے۔(26-D,25-H,26-A)

3. یہ معمولی بات ہے کہ گواہ نے تفتیشی افسر کو جو کچھ بھی کہا تھا اسے ثبوت کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162، جس میں مذکورہ ممانعت کو شامل کیا گیا ہے، اس طرح کے بیانات کو صرف مخصوص حالات میں گواہ سے متصادم ہونے کے محدود مقصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ اس معاملے میں عدالت عالیہ کے واحد جج کی طرف سے سنگین غلطی کی گئی ہے کیونکہ اس نے نتیجے پر پہنچنے میں قانونی طور پر ممنوع مواد کے ایک سیٹ کو مدنظر رکھا۔ (26-جی-ایچ)

فوجداری اپیلٹ کا دائرہ اختیار عد: 1999 کی فوجداری اپیل نمبر 1092۔

1986 کی سی آر ایل اے نمبر 235 میں پٹنہ عدالت عالیہ کے 4.8.98 کے فیصلے اور حکم سے۔۔

اپیل گزاروں کی طرف سے پی۔ایس۔مشرا، چندر شیکھر، محترمہ ریتو سنگھ،محترمہ سمیتا رانی سنگھ اور آر۔پی۔سنگھ۔

جواب دہندہ کے لیے بی۔بی۔سنگھ۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

تھامس، جسٹس: اجازت دی گئی۔

بارہ افراد کو سیشن عدالت نے تعزیرات مجموعہ تعزیرات بھارت 395 کے تحت مجرم قرار دیا ہے اور ان سب کو 10 سال کی سخت قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ان سب نے مشترکہ طور پر اگست 1986 میں پٹنہ کی عدالت عالیہ میں اپیل دائر کی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عدالت عالیہ نے اپیل کے نمٹارے تک اپیل گزاروں کو دی گئی سزا کو معطل کر دیا تھا۔3.8.1998 پر، اپیل عدالت عالیہ کے واحد جج کے سامنے درج تھی۔لیکن اپیل گزاروں کا وکیل پیش نہیں ہوا اور اس لیے واحد جج نے اکیلے ریاست کے وکیل کو سننے کے لیے آگے بڑھا اور پھر اہلیت کی بنیاد پر اپیل کو مسترد کر دیا۔لہذا اپیل کنندگان عدالت عالیہ کے مذکورہ فیصلے سے ناراض ہو کر اس عدالت میں آئے ہیں۔

شری پی ایس مشرا، فاضل وکیل جنہوں نے اپیل گزاروں کی طرف سے دلیل دی تھی، نے عدالت عالیہ کے سامنے اپیل گزاروں کے وکیل کی عدم موجودگی کا جواز پیش کرنے کی کوشش نہیں کی جب کیس کو دلائل کے لیے بلایا گیا تھا، اور نہ ہی ہمیں یہ جاننے میں دلچسپی ہے کہ وکیل کیوں پیش نہیں ہوا۔اپیل گزاروں کو عدالت عالیہ میں اپنی اپیل پر بحث کرنے کے لیے ایک ذمہ دار وکیل کو شامل کرنا چاہیے تھا، کیونکہ اب وہ اس وکیل پر الزام لگاتے ہیں جسے انہوں نے وہاں تعینات کیا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ عدالت عالیہ اس معاملے میں مناسب کارروائی کے لیے متعلقہ بار کو وکیل کی لاپرواہی کی اطلاع دے سکتی تھی۔

جب اپیل گزاروں کی طرف سے فوجداری اپیل میں شامل وکیل پیش نہیں ہوتا ہے تو اپیل کی عدالت کے لیے اس کا انتظار کرنے یا یہاں تک کہ اس کی موجودگی کے انتظار میں کیس ملتوی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔اس عدالت کے دو ججوں کی بنچ کا سابقہ نظریہ رام نریش یادو اور دیگران بنام ریاست بہار، اے آئی آر (1987) ایس سی 1500، کہ ایسی صورت حال میں عدالت صرف کوتاہی کے نام پر اپیل کو مسترد کر سکتی ہے، کو اس عدالت کے تین ججوں کے بنچ نے بنی سنگھ اور دیگران بنام ریاست یو پی، (1996)4 ایس سی سی 720۔بینچ کی طرف سے بات کرتے ہوئے چیف جسٹس اے ایم احمدی نے قانونی موقف اس طرح بیان کیا ہے:

"قانون واضح طور پر اپیل عدالت سے توقع کرتا ہے کہ وہ میرٹ کی بنیاد پر اپیل کو نمٹائے، نہ صرف فیصلے میں ٹرائل کورٹ کی استدلال پر غور کر کے، بلکہ ریکارڈ پر موجود شواہد کے ساتھ استدلال کی جانچ پڑتال کر کے خود کو مطمئن کرنے کے لیے کہ ٹرائل کورٹ کے ذریعے درج کردہ استدلال اور نتائج ریکارڈ پر موجود مواد سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لیے قانون کوتاہی یا غیر قانونی کارروائی کے لیے اپیل کو مسترد کرنے کا تصور نہیں کرتا بلکہ ریکارڈ کو دیکھنے کے بعد صرف میرٹ پر نمٹانے پر غور کرتا ہے۔ لہذا، احترام کے ساتھ، ہمیں رام نریش یادو کیس، اے آئی آر (1987) ایس سی 1500 میں اس تجویز سے اتفاق کرنا مشکل لگتا ہے کہ اگر اپیل کنندہ یا اس کا وکیل موجود نہیں ہے، تو مناسب طریقہ یہ ہوگا کہ غیر قانونی کارروائی کی اپیل کو مسترد کر دیا جائے۔"

اس کے باوجود فاضل چیف جسٹس نے جلدی سے مزید کہا کہ اگر وکیل غیر حاضر ہے تو قانون میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو عدالت کی مدد کے لیے ریاست کے خرچ پر کسی دوسرے وکیل کی تقرری سے اپیل کی عدالت کو روکتا ہو۔ بینچ کے درج ذیل مشاہدات مناسب ہیں:

"تاہم، ہم یہ شامل کرنے میں جلدی کریں گے کہ اگر ملزم جیل میں ہے اور خود عدالت نہیں آ سکتا ہے، تو مشورہ دیا جائے گا کہ کیس کو ملتوی دیا جائے اور ملزم/ اپیل کنندہ کی پیشی کو آسان بنانے کے لیے ایک اور تاریخ طے کی جائے اگر اس کا وکیل موجود نہیں ہے۔ اگر وکیل غیر حاضر ہے، اور عدالت اس کی مدد کے لیے ریاستی خرچ پر وکیل مقرر کرنا مناسب سمجھتی ہے، تو قانون میں ایسا کچھ نہیں ہے جو اسے ایسا کرنے سے روک سکے۔"

ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ کیا اس معاملے میں حقائق کی صورتحال پر انصاف کی غلطی ہوئی ہے کیونکہ عدالتی معاون فاضل واحد جج نے عدالت کی مدد کے لیے عدالتی دوست کے طور پر مقرر کر کے کم از کم ایک وکیل کے دلائل کی مدد کے بغیر اپیل کا فیصلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ ایک گہرے تجزیے پر ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس معاملے میں انصاف کا غلط استعمال ہوا۔ اس کی تصدیق کے لیے ہم موجودہ کیس کے حقائق کا مختصر حوالہ دیتے ہیں۔

استغاثہ کی کہانی کے مطابق، 16.11.1980 کی رات مخبر کے گھر میں آتشیں ہتھیاروں سے لیس ڈاکوؤں کی ایک بڑی تعداد نے ڈکیتی کا ارتکاب کیا۔ ہنگامہ آرائی نے محلے کے متعدد افراد کو اپنی طرف متوجہ کیا جو جمع ہوئے اور ڈاکوؤں کے حملوں کی مزاحمت کی۔ اس کے بعد حملہ آوروں نے فائرنگ شروع کر دی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تقریباً ایک پچ جنگ کی طرح تھا جس میں دونوں فریقوں کو چوٹیں آئیں اور آخر کار ڈاکو

اپنے میں سے ایک کو چھوڑ کر جائے وقوعہ سے فرار ہو گئے جسے متاثرین نے پکڑ لیا۔ بدقسمتی سے وہ قیدی بعد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ گاؤں والوں کے ساتھ ساتھ ڈکیتی کے متاثرین نے بھڑکتی ہوئی مشعلوں کی روشنی میں ڈاکوؤں کی شناخت کرنے کا دعوی کیا۔

مقدمے کی سماعت کے دوران واقعہ کو ثابت کرنے کے لیے مجموعی طور پر 11 گواہوں سے پوچھ گچھ کی گئی۔ ٹرائل کورٹ نے کچھ چشم دید گواہوں کے شواہد کی بنیاد پر اپیل گزاروں کو مجرم قرار دیا۔ ثبوت کا ایک بڑا حجم پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سزا یافتہ افراد کی بڑی تعداد کی اپیل میں شامل داؤ واضح طور پر بہت زیادہ ہے، خاص طور پر، ان میں سے ہر ایک پر عائد 10 سال کی سخت قید کی سزا کے پیش نظر۔ لہذا ان کے مقدمے کا کوئی بھی غیر معمولی معاملہ انصاف کے سنگین اسقاط حمل کے خطرے میں ہوگا۔

قانونی حیثیت کے معاملے کے طور پر عدالت کو ریکارڈ کا مطالعہ کرنے اور کسی بھی قانونی پیشہ ور کی مدد کے بغیر ملزم کے حق میں نکات پیش کرنے کے لیے اپنے نتیجے پر پہنچنے سے روکا نہیں جاتا ہے، جب ان کے ذریعے مقرر کردہ وکیل بحث کرنے کے لیے پیش نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اس عدالت کے تین ججوں کے بنچ نے بنی سنگھ بنام ریاست اتر پردیش، (1996) 4 ایس سی سی 720 میں اشارہ کیا کہ یہ دانشمندی کی بات ہے کہ عدالت، کسی مناسب معاملے میں، ریاست کے خرچ پر ایک وکیل مقرر کر سکتی ہے جو ملزم کے مقصد کے لیے بحث کرے۔ یقیناً یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ مقدمے کے تناظر پر غور کرتے ہوئے اس بات کا تعین کرے کہ اسے اس طرح کی قانونی مدد کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ایسی اپیلیں ہو سکتی ہیں جنہیں ملزم کے لیے سازگار خصوصیات پیش کرنے کے لیے وکیل کے ذریعے بلا مدد نمٹا دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اپیل میں اعتراض شدہ فیصلے کے ذریعے دی گئی سزا کافی حد تک ہے تو مشورہ دیا جاتا ہے کہ قانونی صلاحیت کی مدد لی جائے۔

موجودہ مقدمہ اس طرح کی قانونی مدد کی عدم موجودگی کی وجہ سے انصاف کی ناکامی کی ایک واضح مثال معلوم ہوتی ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل واحد جج نے خود ہی شواہد کی جانچ پڑتال کے بعد 12 اپیل گزاروں کو دی گئی سزا اور سخت سزا کے مطابق فیصلہ کیا، جس کے لیے فاضل واحد جج نے درج ذیل استدلال پیش کیا ہے۔

"شواہد کی جانچ پڑتال پر، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استغاثہ کے گواہوں نے واقعہ کے انداز کو ثابت کر دیا ہے جبکہ پی۔ ڈبلیو۔ 6، 8 اور 14 نے ڈاکوؤں کی شناخت چہرے سے کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پی۔ ڈبلیو۔ 6، 8 اور 14 نے تفتیشی افسر کے سامنے ڈکیتی کے ارتکاب کے بارے میں بھی بیان کیا تھا اور انہوں نے ڈاکوؤں کے نام بھی ظاہر کیے تھے۔ شواہد کی جانچ پڑتال کے بعد، مجھے ایسا لگتا ہے کہ استغاثہ نے اپیل

گزاروں کے خلاف الزامات کوتمام معقول شک سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔"

بظاہر فاضل واحد جج کی طرف سے ایک سنگین غلطی کی گئی ہے جو کہ مذکورہ بالا عبارت میں بڑی بات ہے۔اس نے نتیجے پر پہنچنے میں قانونی طور پر ممنوع مواد کے ایک سیٹ کو مدنظر رکھا۔ یہ معمولی بات ہے کہ گواہ نے تفتیشی افسر کو جو کچھ بھی کہا تھا اسے ثبوت کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا: ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162، جس میں مذکورہ ممانعت کو شامل کیا گیا ہے،اس طرح کے بیانات کو صرف مخصوص حالات میں گواہ سے متصادم ہونے کے محدود مقصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دیتی ہے۔

ہمارے لیے جو بات زیادہ پریشان کن ہے وہ یہ ہے کہ فاضل واحد جج نے کیسے سمجھا کہ پی ڈبلیو-6، پی ڈبلیو-8 اور پی ڈبلیو-14 نے تفتیشی افسر سے ایسی باتیں کی تھیں کیونکہ متنازعہ فیصلے کے پہلے پیراگراف میں سے ایک میں فاضل واحد جج نے نشاندہی کی ہے کہ اس معاملے میں تفتیشی افسر سے پوچھ گچھ نہیں کی گئی ہے۔ہم اس میں مزید وسعت نہیں دینا چاہتے سوائے یہ کہنے کے کہ استدلال بظاہر خراب ہے۔اگر ملزم کی طرف سے بحث کرنے کے لیے کوئی وکیل مقرر کیا جاتا (جب ملزم کا وکیل پیش نہیں ہوتا) تو معلوم ہوتا کہ سنگل جج، غالبا،اس طرح کی قانونی حماقت کو ٹال سکتا تھا۔

مذکورہ صورتحال میں ہمارے لیے واحد راستہ کھلا ہے کہ قانون کے مطابق اپیل کو نئے سرے سے نمٹانے کے لیے کیس کو عدالت عالیہ میں بھیج دیا جائے۔اگر ملزم کا کوئی وکیل پیش نہیں ہوتا ہے تو ہم عدالت عالیہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کیس کے عجیب وغریب حقائق پر ملزم کی طرف سے بحث کرنے کے لیے ریاستی قیمت پر ایک وکیل مقرر کیا جائے۔

اس لیے ہم اس متنازعہ فیصلے کو منسوخ کرتے ہیں۔عدالت عالیہ کے سامنے اپیل گزاروں کی طرف سے دائر اپیل قانون کے مطابق اور اوپر کیے گئے مشاہدات کے مطابق نئے سرے سے نمٹانے کے لیے بحال ہو جائے گی۔اگر عدالت عالیہ میں اپیل کے زیر التواء رہنے کے دوران سزا معطل رہی تھی تو اپیل گزاروں کے لیے اپیل کے نمٹارے تک ضمانت پر رہا ہونے کے لیے عدالت عالیہ میں درخواست دینے کا اختیار رہے۔

اس اپیل کی اسی کے مطابق اجازت ہے اور کیس ہائی کورٹ کو بھیج دیا جاتا ہے۔

ٹی۔این۔اے۔

اپیل منظور کی جاتی ہے۔